درسِ حدیث

مولانا عبداللطیف مدنی
استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ

ایمان سب پریشانیوں کا علاج ہے
(۲)

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ نَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَہٗ کَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً کَانُوْا یُؤَدُّوْنَہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِہٖ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰہِ مَاھُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَھٰکَذَا رَوٰی شُعَیْبُ بْنُ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ عُتْبَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَرَوٰی عِمْرَانُ الْقَطَّانُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ مُعَمَرٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَھُوَ حَدِیْثٌ خَطَاءٌ خُوْلِفَ عِمْرَانُ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ مَعْمَرٍ۔ (ترمذی:۲/۵۴۲۔حدیث نمبر ۲۶۰۷۔ابواب الایمان)

ترجمہ:''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ قرار پائے تو اہل عرب میں سے جنھیں کافر ہونا تھا' کافر ہوگئے (یعنی زکوٰۃ کے منکر ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا)۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں (یعنی اہل ایمان) سے کیوں کر جنگ کریں گے؟ جب کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں)۔لہٰذا جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لیا یعنی اسلام قبول کرلیا۔اس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کرلیا۔سوائے اسلام کے حق کے اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔کیوں کہ (جس طرح جان کا حق نماز ہے اسی طرح) بلاشبہ مال کا حق زکوٰۃ ہے

اللہ کی قسم اگر وہ لوگ (جو زکوٰۃ کے منکر ہو رہے ہیں) مجھے وہ رسی بھی نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان کے اس انکار کی وجہ سے ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سن کر) کہنے لگے خدا کی قسم اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ میں نے جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کے لیے (الہام کے ذریعے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دل کھول دیا ہے (یعنی یقین سے بھر دیا ہے) لہٰذا مجھے بھی یقین ہوگیا ہے کہ یہی (یعنی منکرین زکوٰۃ سے جنگ) حق اور درست ہے۔“

تشریح:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل قرار پائے تو کچھ نئے فتنوں نے سر اٹھانا چاہا۔ جن میں فتنۂ ارتداد بڑا فتنہ تھا جسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑے تدبر اور جرأت کے ساتھ کچل دیا۔ یہ کافر اور مرتد لوگ دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ تھے جو ختم نبوت کا انکار کر کے مسیلمہ کذاب وغیرہ سے مل گئے تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جو بالکل ایمان سے تو مرتد نہیں ہوئے تھے مگر انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور تاویل کرنے لگے کہ یہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا جب وہ انتقال فرما گئے تو یہ حق بھی جاتا رہا' اسلام کے اس بنیادی رکن اور فریضہ کا انکار کر دیا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں گروہوں سے قتال اور لڑائی کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرے گروہ کے بارے میں عرض کیا کہ ان سے لڑنا۔ کیوں کر صحیح ہے جب کہ وہ لوگ ”لاالٰـہ الااللّٰـہ“ پڑھتے اور بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں حقیقت حال سے آگاہ فرمایا کہ جیسے نماز بدن کا حق ہے' اسی طرح زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ جیسے نماز کے منکر سے قتال درست اور صحیح ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے منکر سے بھی قتال حق اور صحیح ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ وہ سیدنا ابوبکر کے فیصلہ کے ہم نوا ہو گئے بلکہ انھیں اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یقین کامل ہوگیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تدبر اور فراستِ ایمانی نے جو فیصلہ فرمایا' وہ بالکل حق اور صحیح ہے۔ کیوں کہ ”لاالٰـہ الااللّٰہ“ تو پورے دین کا نام ہے۔ تمام احکامِ شریعت علیٰ حسب المراتب اس میں داخل ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت اور واضح ہوگیا کہ اب جو بھی ایمان کے کسی رکن کا منکر ہوگا تو وہ بالاتفاق کافر و مرتد ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اِلَّا بِحَقِّہٖ اور حِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ کا مطلب گزشتہ حدیث کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

لاالٰہ الااللّٰہ کی شہادت اور اقرار کرنے تک قتال کرتے رہنے کا حکم:

بَابُ مَاجَاءَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ اس بات کا بیان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں۔ یہاں تک کہ وہ لاالٰـہ الااللّٰہ کہیں اور نماز پابندی سے ادا کریں۔

حدیث:

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالِقَانِيُّ نَاابْنُ الْمُبَارَكِ نَاحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنْ يَسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا وَيَاكُلُوْا ذَبِيْحَتَنَا وَاَنْ يُصَلُّوْا صَلَاتَنَا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاءُ هُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَاعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَفِى الْبَابِ عَنْ مُعَاذَ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهٗ. (ترمذی:۲/۵۴۲۔حدیث نمبر ۲۶۰۸۔ابواب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں۔ یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کریں اور ہمارے ذبیحوں کو کھائیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں۔ پس جب وہ یہ کام کرلیں تو ہم پر ان کی جانیں اور مال حرام ہوگئے مگر دین کی حق تلفی کے ساتھ ان کے لیے وہ قواعد ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہیں اور ان پر وہ حقوق ہیں جو مسلمانوں پر ہیں۔

تشریح:

اس حدیث میں ''لاالٰہ الااللّٰہ'' کے ساتھ نماز کا بھی ذکر ہے۔ایک دوسری حدیث میں زکوٰۃ کا ذکر ہے تو یہ بعض ارکان کا ذکر ان کی اہمیت کی بنا پر ہے۔ ورنہ مراد تو پورا دین ہے۔اسی طرح اس میں ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرنے اور ہمارا ذبیحہ کھانے کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ایمان تو تصدیق قلبی کا نام ہے جس کا تعلق باطن سے ہے۔ اسی طرح ''اقرار'' کا تعلق اگرچہ زبان کے ساتھ ہے مگر وہ بھی ایک وقتی چیز ہے۔لہٰذا دو دینوں میں واضح امتیاز ان کے علیحدہ علیحدہ شعار سے ہی ہوسکتا ہے۔اسلامی شعار میں نماز پڑھنا اور عبادت میں بیت اللہ کی طرف منہ کرکے اہل کتاب کے مقابلہ میں نمایاں امتیازی عمل ہے۔اس طرح معاشرتی اعتبار سے اہل کتاب مسلمانوں سے جس عمل اور طریقے میں کھلا ہوا احتراز کرتے تھے، وہ مسلمانوں کا ذبیحہ تھا۔ جس کا گوشت اہل کتاب نہیں کھاتے تھے۔اس لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر عبادات میں وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرنے لگیں اور معاشرتی لحاظ سے وہ ہمارے اتنے قریب آجائیں کہ ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں تو یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہمارا دین پورے یقین کے ساتھ قبول کرچکے ہیں۔ جس کا اظہار نہ صرف زبان سے بلکہ ان کے عمل سے بھی ہورہا ہے۔لہٰذا اب مسلمانوں کو چاہیے کہ انھیں دائرہ اسلام میں پوری طرح داخل سمجھیں اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ اور حسن سلوک اختیار کریں۔

ان احادیث پر ایک اشکال اوراس کے جوابات:

اشکال یہ ہے کہ ان احادیث سے جنگ وقتال روکنے کی صرف ایک صورت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ دعوتِ اسلام قبول کرلیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں ترکِ قتال کی ایک صورت جزیہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشادالٰہی ہے:

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبہ:۲۹)

کہ وہ ماتحت ہوکراوررعیت بن کر جزیہ دینا قبول کریں

اسی طرح ترکِ قتال کی تیسری صورت مصالحت بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ (الانفال:۷۲)

''مگراس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اوران میں باہم عہد ہو۔''

توترکِ قتال کی تین صورتیں ہیں۔ حالانکہ ان احادیث سے صرف ایک صورت معلوم ہوتی ہے۔

جواب نمبر۱: یہ ابتدائی حکم ہے۔ اس وقت صلح اور جزیہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ صلح کا حکم ۶ ھ اور جزیہ کا حکم ۹ ھ کا ہے۔

جواب نمبر۲: ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت اوراقرار سے مراد ہار ماننا اور گردن جھکانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جنگ وقتال خود مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا'' (التوبہ:۴۰) یعنی جہاد وقتال کا مقصد یہ ہے (تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوجائے) اوردین اسلام تمام ادیان پر غالب ہوجائے۔ اس کے راستے میں یہ کافراورمشرک روڑا بنے ہوئے ہیں۔ اگر''کلمۃ اللہ'' کو بلند کرنے کا راستہ صاف ہوگیا اور مخالفوں نے ہار مان لی تو مقصود حاصل ہوگیا۔ چاہے طاقت استعمال کرنے کے بعد ان پر اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی اوراسلام قبول کرلیا یا ہار مان کر جزیہ دینے پر آمادہ ہوگئے یا صلح کرنے پر تیار ہوگئے۔ یہ بھی ہار ماننے اور عاجز ہونے کا اقرار ہے۔

جواب نمبر۳: بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان احادیث کا مقصد جنگ وقتال کوروک دینے اوراس کو ختم کردینے کی صورتیں بتلانا نہیں ہے بلکہ ان ارشادات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف دوچیزوں کو واضح کرنا ہے۔ ایک یہ کہ ہمارے جنگ وقتال کی غایت صرف یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگیں اوردعوتِ اسلام کو قبول کرلیں۔ دوسرا یہ کہ جولوگ اس دعوت کو قبول کرلیں گے،ان کے جان ومال کو ہماری طرف سے قطعی طور پر امن ہوگا بلکہ حقوق اور ذمہ داریوں میں رہ کر دوسرے مسلمانوں کے بالکل برابر ہوں گے۔ رہا جزیہ یا خاص حالات میں خاص شرطوں کے ساتھ مصالحت، اگرچہ یہ بھی جنگ وقتال ختم کردینے کی صورتیں ہیں لیکن حقیقت اورواقعہ یہ ہے کہ یہ اسلامی قتال کی اصل غایت نہیں۔ چونکہ ان کے ذریعے اصل مقصد یعنی دعوتِ اسلام کے لیے ایک پرامن راستہ کھل جاتا ہے۔ اس لیے ان پر جنگ وقتال کوروک دیا جاتا ہے۔